زندہ خدا، زندہ رسول اور زندہ کتاب یہ وہ تین بنیادی طاقتیں ہیں جن سے ہمیں حضرت مسیح موعودؑ نے متعارف کیا

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۱ر نومبر ۱۹۶۶ء بمقام بشیر آباد۔ سندھ)

☆ پیشگوئیوں کے مطابق اسلام کو دو ترقیاں حاصل ہونی تھیں۔

☆ مسلمانوں نے اسلام کو بھلا دیا اور تنزل کی اتھاہ گہرائیوں میں گرنے شروع ہو گئے۔

☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اس اندھیرے کے زمانہ کو نور کے زمانہ سے بدلنا مقصد تھا۔

☆ ہزارہا احمدی افریقہ، امریکہ اور یورپ میں موجود ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ آئندہ کی خبریں دیتا ہے۔

☆ کثرت سے درود پڑھنے کی وجہ سے انسان پر اللہ تعالیٰ کی بڑی برکات نازل ہوتی ہیں۔

تشہد، تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

ہم نے جس ہستی کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کی اور سلسلہ احمدیہ کو قبول کیا وہ کوئی معمولی ہستی نہیں تھی بلکہ اس کا مقام وہ تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے روحانی فرزندوں میں سے صرف اس کو اپنا سلام بھیجا اور اللہ تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ یہ بات تمام دنیا پر ظاہر کی کہ جو شخص ہمارے اس مرسل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور نبی اکرم ﷺ میں فرق کرے گا۔ اس شخص نے اس مقام کو نہیں پہچانا۔ (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۱ طبع اوّل۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۶ صفحہ ۲۵۹) جس مقام پر اللہ تعالیٰ نے فنافی الرسول ہو جانے اور نبی اکرم ﷺ کی محبت میں گم ہو جانے کی وجہ سے اس پاک وجود کو کھڑا کیا ہے۔ پھر یہ صرف اعزازی مقام نہ تھا بلکہ حقیقتاً یہ مقام آپ کو اس وجہ سے ملا (اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس لئے توفیق عطا فرمائی کہ آپ محمد ﷺ کی محبت اور عشق میں فنا ہو کر اپنے وجود کو کلیتاً غائب کر دیں) کہ اللہ تعالیٰ آپ سے وہ کام لینا چاہتا تھا جو اسلام کی نشاۃ اولیٰ میں اس نے محمد رسول اللہ ﷺ سے لیا تھا۔

قرآن کریم سے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اور پیشگوئیوں سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کو دو ترقیاں حاصل ہونی تھیں جس کا مطلب یہ تھا کہ اسلام کو تنزل کے ایک دور میں سے بھی گزرنا تھا کیونکہ اگر تنزل کا دور مقدر نہ ہوتا تو دو ترقیوں کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ پھر ایک ہی ترقی اسلام کو حاصل ہوتی۔ ہم اس حقیقت کو اپنے عام محاورہ میں اسلام کی نشاۃ اولیٰ اور نشاۃ ثانیہ کے الفاظ سے بیان کرتے ہیں۔

پہلی ترقی اس زمانہ کے لحاظ سے اس طرح ظہور پذیر ہوئی کہ دشمن نے جو اس زمانہ میں علم میں اتنا ترقی یافتہ نہیں تھا بلکہ عام طور پر جہالت کا ہی دور دورہ تھا۔ خواہ اس زمانہ کے لوگ اہل کتاب ہوں،

مشرکین ہوں، خواہ بد مذہب ہوں انہیں مذہبی لحاظ سے دیکھا جائے یا دنیوی لحاظ سے عموماً وہ علم سے محروم تھے اس لئے جب اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو مبعوث فرمایا اور قرآن کریم جیسی عظیم کتاب آپؐ پر نازل کی۔ تو ان اقوام نے جو دنیا کے مختلف مذہبی فرقوں میں بٹی ہوئی تھیں جہاں جہاں اسلام پہنچا یہ سمجھا کہ ہم اپنی طاقت کے بل پر اسلام کو مٹا کر رکھ دیں گے چنانچہ بالکل ابتدائی زمانہ میں آنحضرت ﷺ نے زندگی کے جو دن مکہ میں گزارے۔ ان میں آپؐ کو اور آپؐ پر ایمان لانے والوں کو انتہائی تکالیف پہنچائی گئیں کفار یہ سمجھتے تھے کہ اگر ہم نے ان تکالیف کی شدت کو انتہا تک پہنچا دیا۔ تو یہ مٹھی بھر لوگ اپنے مذہب سے توبہ کر لیں گے۔ اور پھر ان بتوں کے آگے سجدہ کرنے لگ جائیں گے جن کو یہ چھوڑ چکے ہیں۔ لیکن مسلمان کے دل میں جب حقیقتاً بشاشت ایمان پیدا ہو جاتی ہے تو دنیا کی کوئی طاقت اسے ایمان کے اس مقام سے ہٹا نہیں سکتی۔ سو تکالیف جتنی وہ پہنچا سکتے تھے انہوں نے پہنچائیں۔ مسلمانوں پر آزمائش کی جتنی گھڑیاں وہ لا سکتے تھے لائے۔

سخت سے سخت امتحانوں میں سے مسلمانوں کو گزرنا پڑا لیکن ان کے قدم ڈگمگائے نہیں۔ تب تمام حالات کو مدنظر رکھ کر کفر نے یہ نتیجہ نکالا کہ صرف تکالیف پہنچانا کافی نہیں۔ بس ایک ہی علاج ہے وہ یہ کہ انہیں قتل کر دیا جائے تو جب انہوں نے اسلام کو مٹانے کا فیصلہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے جاؤ۔ چنانچہ آپؐ نے گنتی کے چند آدمیوں کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مدینہ کے رہنے والوں کے دلوں کو اسلام کے لئے کھولا۔ اور ان کے سینوں کو قرآن کریم کے نور سے منور کیا۔ جب اسلام مدینہ میں کچھ طاقت پکڑنے لگا تو کفار نے اپنے بد منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ انہوں نے سمجھا کہ مدینہ کے چند سو آدمی ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہم تلوار کے ساتھ آنحضرت ﷺ کو بآسانی شہید کر دیں گے۔ اور اسلام کو مٹا دیں گے۔ چنانچہ مکہ والے مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے اور اس وقت اس سلسلہ معجزات کی بنیاد رکھی گئی۔ جس کے نتیجہ میں اسلام تمام دنیا پر غالب آ گیا اور وہ سلسلہ یہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت اور طاقت کے معجزانہ اظہار سے کفار کو بتایا کہ خواہ تمہاری طاقت کتنی ہی کیوں نہ ہو اور مسلمانوں کی کمزوری خواہ کتنی ہی کیوں نہ ہو۔ تم اپنے دنیوی اموال اور دنیوی طاقت کے باوجود اسلام پر غالب نہیں آ سکتے۔ چنانچہ اس سلسلہ معجزات کا

دروازہ بدر کے مقام پر کھولا گیا اور بدر کے مقام پر مستقبل کے واقعات کی ایک تصویر دنیا نے دیکھی کہ اگر خدا کی طاقت کسی قوم اور سلسلہ کے پیچھے ہو تو ساری دنیا کی طاقتیں مل کر بھی اس کو فنا نہیں کر سکتیں۔ چنانچہ اسلام کی تاریخ کے پہلے تیس چالیس سال میں (اور پھر یہ سلسلہ کئی سو سال تک آگے بھی چلا) کفر نے تلوار کے زور پر اسلام کو مٹانا چاہا اور خدا تعالیٰ نے کمزور مسلمانوں کو جو اخلاص کے ساتھ ہر میدان میں کود ے کامیاب کیا اور کفر کی تلوار کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور اس طرح دنیا پر ثابت کر دیا کہ اسلام دنیا میں مٹنے کے لئے قائم نہیں کیا گیا۔ جتنی طاقت تم اس کے خلاف استعمال کر سکتے تھے تم نے کی۔ جتنی دفعہ تم نے چاہا اور شیطان نے تمہیں ورغلایا۔ تم اسلام کے خلاف صف آرا ہوئے لیکن تمہاری ان صفوں کو اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے الٹ کر رکھ دیا۔

یہ اسلام کی ابتدائی زمانہ کی تاریخ کی مختصر سی تصویر ہے۔ جو ہمیں بتاتی ہے کہ جب اسلام دنیا میں آیا تو بجائے اس کے کہ دنیا قرآنی علوم سے فائدہ اٹھاتی دنیوی لحاظ سے بھی اور روحانی لحاظ سے بھی ترقی کرتی، اس نے طاقت کے زور سے اسلام کے نور اور قرآن کریم کی چمک کو مٹانا چاہا مگر اللہ تعالیٰ نے یہ ثابت کر دیا کہ قرآن کریم ایک نور ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ ایک نور ہے اور کسی الٰہی نور کو دنیا کی کوئی تلوار، دنیا کی کوئی بندوق، دنیا کا کوئی بم اور دنیا کا کوئی ایٹمی ہتھیار تباہ نہیں کر سکتا۔

اس کے بعد مسلمانوں نے بدقسمتی سے اسلام کو بھلا دیا۔ اور قرآن کریم کے نور کو اپنے گھروں اور اپنے سینوں سے نکال باہر پھینکا۔ اور ان کی بجائے اپنے سینوں اور گھروں کو بدخیالات بدرسوم اور شرک کے مختلف اندھیروں سے بھر لیا۔ تب خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ان دلوں میں میرے لئے کوئی جگہ باقی نہیں رہی اور ان مکانوں میں میرے ذکر کو بلند کرنے کا کوئی سامان نہیں۔ اب یہ مکان وہ بیوت نہیں رہے جن کے متعلق وعدہ کیا گیا تھا۔ اور بشارت دی گئی تھی۔

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَفِيْهَا اسْمُهٗ (النّور: ۳۷)

کہ ایسے گھر ہوں گے جن میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے گا اور آسمان سے ان کی بلندی کے سامان پیدا کئے جائیں گے۔ تو پھر مسلمان تنزل کی اتھاہ گہرائیوں میں گرنے شروع ہوئے اور بعض دفعہ تو ایک انسان کی نیند حرام ہو جاتی ہے۔ جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ ایک وہ زمانہ تھا کہ تمام دنیا کے حاکم بھی یہی تھے، تمام دنیا کے استاد بھی یہی تھے، تمام دنیا کو تہذیب سکھانے والے بھی یہی تھے اور تمام دنیا کو دنیوی علوم

سکھانے والے بھی یہی تھے اور تمام دنیا کو روحانی علوم سکھانے والے بھی یہی تھے اور اب یہ حال ہے کہ اپنے گھروں سے، اپنے مدرسوں سے، اپنے کالجوں سے اور دوسری درسگاہوں سے روحانی علوم کو انہوں نے نکال کے باہر پھینک دیا۔ اور دنیوی علوم کے لئے دوسری قوموں سے بھیک مانگنی شروع کر دی۔

اندھیرے کا یہ زمانہ نبی کریم ﷺ کی پیشگوئی کے عین مطابق دنیا پر آیا۔ اور پھر آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے عین مطابق وہ وقت بھی آیا جب اس اندھیرے کے زمانہ کو نور کے زمانہ سے بدلنا مقدر تھا اور اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا کی طرف مبعوث ہوئے اور خدا تعالیٰ نے آپؑ کو الہاماً بتایا کہ چونکہ آپ نے اپنا وجود کلیتاً محمد رسول اللہ ﷺ کے وجود میں گم کر دیا ہے۔ اور آپ کے سینہ میں اسلام کا درد اور توحید کو قائم کرنے کی تڑپ ایسی پائی جاتی ہے اور آپؑ کے یہ جذبات اتنی شدت اختیار کر گئے ہیں اور آنحضرت ﷺ سے آپؑ کی محبت اس مقام تک پہنچ گئی ہے کہ جس مقام تک اُمت محمدیہ میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے روحانی فرزندوں میں سے کسی ایک کی بھی محبت نہیں پہنچی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو ہی میرا وہ عبد محبوب ہے جس کو میں نے پھر اسلام کو تمام دنیا پر غالب کرنے اور ادیان باطلہ پر فتح پانے کے لئے کھڑا کیا ہے اٹھ! اور اپنے گوشۂ تنہائی کو چھوڑ! اور اس حجرہ سے باہر نکل! جس میں چھپ کر میری عبادت کرتا ہے اور میدان مجاہدہ میں اتر اور دنیا کو پکار کر کہہ کہ اسلام کے غلبہ کے دن آئے ہیں۔ اُٹھو! اور میری آواز پر لبیک کہتے ہوئے علوم قرآنی کو ازسرنو سیکھو اور پھر دنیا کے استاد بن کر دنیا میں پھیلو اور دنیا کو انوار قرآنی سے متعارف کراؤ۔

پھر خدا نے کہا کہ جب تم دنیا کو میرا یہ پیغام پہنچاؤ گے تو دنیا تمہاری مخالفت کرے گی۔ تم اکیلے ہو گے مگر دنیا کی مخالفت کی پرواہ نہ کرنا اور میری طاقت اور قدرت پر کامل بھروسہ رکھنا۔ میں چاروں طرف ایسے آدمی پیدا کرتا چلا جاؤں گا جو تمہاری آواز پر لبیک کہتے ہوئے تمہارے گرد جمع ہو جائیں گے۔ یہ دیکھ کر دنیا انتہائی مخالفت کے لئے کھڑی ہو جائے گی اور تم سب کے کچلنے اور مٹانے کے درپے ہو جائے گی مگر وہ تمہیں ہلاک اور مغلوب نہ کر سکے گی۔

پھر ہم اس قدر دلائل اور براہین تمہیں عطا کریں گے کہ یہ زمانہ جو علوم کا زمانہ ہے اور جس میں انسان ستاروں تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے اس زمانہ کے بڑے بڑے عقل منداور عالم اور سائنسدان ان دلائل کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔

پس اُٹھو! اور مجھ پر بھروسہ کرتے ہوئے قرآن کریم کی تعلیم کو تمام دنیا میں پھیلاؤ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنے رب کی نظر میں یہ مقام ہے اور یہ کام ہے جس کی خاطر آپ کے رب نے آپ کو دنیا میں مبعوث فرمایا۔ جو دلائل دیئے وہ تو ایک سمندر ہے اس کا چند منٹوں میں، چند دنوں یا چند مہینوں میں یا چند سالوں میں یا چند صدیوں میں بھی بیان کرنا ممکن نہیں۔ کیونکہ سمندر کے قطروں کو گننا آسان ہے لیکن ان دلائل کو اعداد و شمار میں باندھ دینا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سکھائے مشکل ہے۔ لیکن تین بنیادی چیزیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت کو سکھائی ہیں۔ اور دراصل وہی تین بنیادی چیزیں ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری طاقت کا انحصار ہے اور جن کے نتیجہ میں ہم دنیا میں کامیاب ہو رہے ہیں۔

پہلی چیز یہ ہے کہ اسلام جس خدا سے ہمارا تعلق پیدا کرنا چاہتا ہے وہ زندہ خدا ہے۔ آپ نے دلائل کے ساتھ یہ بات واضح کی کہ دوسری سب اقوام اور اسلام کے دوسرے سب فرقے اس وقت خدا تعالیٰ کو زندہ طاقتوں والا اور زندہ قدرتوں والا خدا نہیں سمجھتے۔

لمبی داستان ہے کن کن کی کون کون سی بات بتائی جائے جس سے یہ واضح ہو کہ سارے لوگ ہی زندہ خدا کو چھوڑ چکے تھے۔ وہ بوسیدہ ہڈیوں کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ روحانیت جاتی رہی تھی۔ جو ظاہری علوم تھے ان میں بھی کوئی کمال حاصل نہ تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دلائل کے ساتھ اور قوت قدسیہ کے نتیجہ میں ہمارے سامنے زندہ خدا کو پیش کیا۔ اور ہمارے رب نے محض اپنے فضل سے ہزاروں احمدیوں کو اپنے زندہ ہونے کا ثبوت دیا۔ وہ معجزات اور وہ قادرانہ امور جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمارے سامنے پیش کئے۔ ان کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے جیسا کہ خود آپ نے اپنی کتب میں بیان فرمایا ہے لیکن وہ معجزات جو ہمارے پیارے رب نے محض اپنے پیار اور فضل کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ کو بحیثیت جماعت اور مختلف افراد جماعت کو بحیثیت افراد دیئے۔ وہ (معجزات) بھی لاکھوں سے کم نہیں۔

ہماری فرقان بٹالین جب کشمیر کے محاذ پر تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جماعتی لحاظ سے وہاں اتنے معجزے دکھائے کہ اگر ان کو اکٹھا کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب ان معجزات پر مشتمل لکھی جا سکتی ہے۔

پھر جو لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ابتدائی تاریخ سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ

چونکہ آپ ہر وقت عبادت اور ذکر میں مشغول رہتے تھے۔ اور آپ کا خاندان چونکہ بڑا ہی دنیا دار تھا۔ خاندان کے لوگ سمجھتے تھے کہ ہمارا یہ لڑکا (مسیح موعود علیہ السلام) کسی کام کا نہیں۔ نہ اس میں جائیداد سنبھالنے کی قابلیت ہے اور نہ خاندانوں کی عزت اور ترقی اس کے ساتھ وابستہ ہوگی۔ وہ دنیا دار تھے اس لئے دنیوی خیالات کے تیر چلا رہے تھے۔ ان کو کیا پتہ تھا کہ یہ بچہ کہاں تک پہنچنے والا ہے۔ آپ ہر وقت ذکر الٰہی، نمازوں اور دوسرے نیک کاموں میں مشغول رہتے تھے۔ قادیان میں بھی بہت کم لوگ آپ سے واقف تھے۔ ضلع گورداسپور میں جو چھوٹا سا ضلع تھا اور سارے ملک کے لحاظ سے اس کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ اس میں بھی گنتی کے چند آدمیوں کے علاوہ آپؑ کو کوئی نہ جانتا تھا۔ باقی دنیا کا تو کہنا ہی کیا؟ اس کو تو قطعاً آپ کے متعلق کوئی واقفیت نہ تھی۔ یہ حال آج سے ستر پچھتر سال پہلے کا ہے۔

اور آج وہ دن ہے کہ دنیا کے قریباً ہر ملک میں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگ پیدا کر دیئے ہیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے انتہائی محبت اور عقیدت رکھتے ہیں جو اسلام کے فدائی ہیں۔ جو قرآن کریم کے نور سے منور ہیں۔ جو توحید خالص پر قائم ہیں جن کو اللہ تعالیٰ وقت سے پہلے آئندہ کی خبریں دیتا ہے اس وقت ایسے ہزارہا احمدی افریقہ، امریکہ اور یورپ میں موجود ہیں۔

ابھی چند دن ہوئے مجھے گیمبیا کے مبلغ مولوی غلام احمد صاحب بدوملہی نے لکھا۔ (اس ملک کے گورنر جنرل احمدی ہیں) کہ یہاں گیمبیا کا ایک حبشی باشندہ چند سال سے احمدی ہے۔ بہت مخلص ہے اور وہ تہجد کے نوافل ادا کرنے کے لئے اکثر مسجد میں آتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا اتنا فضل ہے کہ وہ کثرت سے سچی خوابیں دیکھتا ہے۔ وہ خانساماں ہے اور دنیا داروں کی نظر میں اس کی کوئی قدر نہیں مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طفیل اور اسلام کی برکات کے نتیجہ میں آنحضرت ﷺ کی قوت قدسیہ کے فیضان سے اس کو بھی حصہ ملا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کثرت سے اسے سچی خوابیں دکھاتا ہے۔ چنانچہ ہمارے مبلغ نے ایک دو مثالیں بھی لکھی ہیں ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ یہ شخص بے روزگار تھا۔ اس نے خواب دیکھی کہ میں نوکر ہو گیا ہوں سولہ پونڈ ماہوار پر۔ صرف یہی نہیں دیکھا کہ نوکر ہو گیا ہوں بلکہ خواب میں یہ بھی دیکھا کہ ماہوار تنخواہ سولہ پونڈ ہوگی۔ اور یہ خواب اس نے مجھے بتا دی۔ ابھی تین دن نہیں گزرے تھے کہ اسے سولہ پونڈ ماہوار کی نوکری مل گئی۔ لیکن اس سے بھی ایک عجیب خواب اس نے یہ دیکھی کہ گیمبیا کے پرائم منسٹر نے اپنے گلے میں ایک بڑا سا پتھر باندھ کر سمندر میں چھلانگ لگا دی ہے۔

یہ خواب ایسی ہے کہ نہ خواب دیکھنے والے کو اس کے متعلق کچھ علم ہے اور نہ ہی مولوی غلام احمد صاحب بدوملہی کو کوئی پتہ (ان کو بھی اعتماد میں نہیں لیا گیا تھا) یہ خواب مولوی صاحب نے وہاں کے گورنر کو جو احمدی ہے اور جماعت کا پریذیڈنٹ بھی ہے۔ بتائی۔ اس پر گورنر صاحب نے کہا کہ ہاں پرائم منسٹر کچھ پریشان ہے لیکن پوری بات انہیں نہیں بتائی۔ البتہ پرائم منسٹر کے مفصل حالات مجھے لکھے اور درخواست کی کہ میں اس کے لئے دعا کروں کہ اللہ تعالیٰ اس کی پریشانی کو دور کرے۔

پرائم منسٹر احمدی نہیں لیکن ہمارے گورنر الحاج کی تبلیغ سے ہی وہ مسلمان ہوئے تھے۔ تو الحاج کو پتہ ہے کہ اس کی پریشانی کیا ہے۔ خود پرائم منسٹر کو پتہ ہے کہ اس کی پریشانی کیا ہے۔ ممکن ہے اس کے کسی اور دوست کو بھی پتہ ہو لیکن یہ یقینی بات ہے کہ نہ خواب دیکھنے والے کو پتہ ہے کہ وہ پریشانی کیا ہے اور نہ خواب لکھنے والے کو علم ہے کہ کون سی پریشانی ہے اور کون سا پتھر ہے جو اس کے گلے میں لٹکا ہوا ہے اور کون سا سمندر ہے جس میں اس نے چھلانگ لگا دی ہے۔

تو یہ بات ثابت کرتی ہے کہ یہ خواب اسے اس کے نفس نے نہیں دکھائی بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھیج کر یہ خواب اسے دکھائی۔ نہ خواب دیکھتے وقت ان حالات کا اسے علم تھا۔ نہ ہی اب تک کچھ پتہ ہے۔ حالانکہ خواب دیکھے ہوئے مہینہ ڈیڑھ مہینہ ہو گیا ہے۔

سو اس قسم کی مثالیں ایک دو نہیں ہمارے پاکستان میں بھی ہزاروں تک پہنچی ہوئی ہیں۔ شاید اس سے بھی زیادہ ہوں۔ پھر اس قسم کی مثالیں صرف پاکستان تک ہی محدود نہیں بلکہ امریکہ کے حبشی جن کو اس وقت وہاں تنگ کیا جا رہا ہے۔ افریقہ کے حبشی جن پر دنیا ظلم کرتی آئی ہے۔ جن کو دنیا زبردستی پکڑ کے منڈیوں میں بیچتی چلی آئی ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نگاہ میں آزاد کر دیا ہے اور انہیں سچی خوابیں، مکاشفات اور الہامات ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ بہت سارے ملہم ہیں سچی خوابیں دیکھنے والے، کشوف و رؤیا دیکھنے والے، ان کو اللہ تعالیٰ نے وقت سے پہلے بہت عجیب عجیب نظارے دکھائے پھر نامساعد حالات میں دکھائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حالات بدل دیئے۔ اسی کے ہاتھ میں ہر چیز ہے۔ جو پہلے بتایا تھا ویسا ہی کر دیا اور یہ وہ چیز ہے جس کے نتیجہ میں ان لوگوں کے دلوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بے انتہاء محبت پائی جاتی ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کے نتیجہ میں وہ لوگ آنحضرت ﷺ کے عاشق ہوتے جا رہے ہیں اور قرآن کریم کی وہ قدر کرتے ہیں جو واقعہ میں کرنی چاہئے۔ وہ خدا کے سوا

کسی کے آگے نہیں جھکتے کیونکہ زندہ خدا اپنی زندہ طاقتوں اور زندہ قدرتوں کے ساتھ ان پر جلوہ گر ہو رہا ہے اور اس لئے ہو رہا ہے کہ ان کے پاس اسلام کی سچی تعلیم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے پہنچی۔ ایک تو یہ بنیادی چیز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جماعت کو دی۔

دوسری بنیادی چیز جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جماعت کو دی وہ ''زندہ رسول'' ہے۔ لوگ یہ سمجھنے لگ گئے تھے کہ نعوذ باللہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ابتر ہیں۔ آپؐ کے کوئی نرینہ اولاد نہیں یعنی آپؐ کے ہاں جتنے بیٹے ہوئے سارے کے سارے چھوٹی عمر میں فوت ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صبر کو دیکھ کر اور فنا فی اللہ کے مقام پر نظر کرتے ہوئے آپؐ کو وعدہ دیا اِنَّا اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ کہ بے شک جسمانی نرینہ اولاد نہیں رہی لیکن روحانی اولاد ہم تجھے اس کثرت سے دیں گے کہ دنیا کا کوئی نبی تیرا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ حتیٰ کہ اگر دنیا کے تمام انبیاء کی روحانی اولاد کو اکٹھا کر دیا جائے تو بھی آپؐ کی روحانی اولاد زیادہ ہوگی۔ اسی مقام کی وجہ سے آپؐ کو خاتم النبیین کا لقب ملا۔

لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے وقت لوگ یہ سمجھنے لگے تھے کہ جسمانی اولاد تو آپؐ کی ہے نہیں۔ آپؐ کی کوئی روحانی اولاد بھی نہیں جو آپؐ کے فیوض سے فیض حاصل کر کے ارفع روحانی مقام حاصل کر سکے اور جن سے خدا تعالیٰ ہمکلام ہو اور جنہیں قبولیت دعا کا نشان دیا جائے۔

تو یہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دراصل زندہ نبی نہیں مانتے۔ بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ آپؐ کے فیوض آپؐ کے زمانہ میں ہی تھے آگے جاری نہیں رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ایسا نہیں اور ہرگز نہیں۔

ہمارا رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک زندہ رسول ہے اس کے فیوض، اس کی روحانیت اور اس کی قوت قدسیہ جس طرح پہلے تھی اب بھی ہے۔ اور قیامت تک جاری رہے گی۔ چنانچہ جو برکات آپؐ کے ذریعہ سے پہلے لوگوں نے حاصل کیں وہ اب بھی حاصل کی جا سکتی ہیں اور میں اس بات کا زندہ گواہ ہوں۔ میں اپنی زندگی اور دلائل سے ثابت کر سکتا ہوں اور نمونہ سے بتا سکتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ایک زندہ وجود ہے۔ چنانچہ آپؐ پر کثرت سے درود پڑھنے کی وجہ سے انسان پر اللہ تعالیٰ کی بڑی برکات نازل ہوتی ہیں۔ (جماعت کو اس طرف متوجہ ہونا چاہئے)!

میں نے چند سال ہوئے جماعت کو درود پڑھنے کی طرف توجہ دلائی تھی تو میرے پاس بیسیوں خطوط

آئے کہ ہم نے جو تین سو دفعہ روزانہ درود پڑھا تو اس کے نتیجہ میں ہم پر ایسی برکات نازل ہوئی ہیں کہ ہم صرف اس مدت معینہ میں ہی نہیں بلکہ آئندہ ساری عمر میں ہی روزانہ تین سو دفعہ درود پڑھا کریں گے۔

تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک زندہ رسول کی حیثیت میں ہمارے سامنے پیش کیا ہے اور ہمارے دلوں میں یہ بات گاڑ دی کہ یہ رسول ایسا نہیں کہ جس پر روحانی طور پر کبھی موت یا فنا آ سکتی ہے بلکہ اس کو قیامت تک زندہ رکھا جائے گا اور آپؐ کے روحانی فیوض جاری رہیں گے۔

تیسری چیز جو بنیادی طور پر آپ نے جماعت کے ہاتھ میں دی وہ زندہ کتاب تھی۔ مسلمان کہلانے والے قرآن کریم کو زندہ کتاب نہیں سمجھتے تھے کیونکہ وہ کہتے تھے کہ جی! پہلوں نے جو تفسیر لکھ دی بس وہی ٹھیک ہے اب قرآن کریم کے خزانے ختم ہو گئے اور یہ کتاب مردہ ہو گئی جیسے کہ کسی نہر کا سارا پانی نکال لیا جائے تو کوئی اسے ”نہر جاری“ نہیں کہے گا۔ جس نہر کا سارا پانی نکل جائے وہ خشک ہو جاتی ہے۔ پس جب قرآن کریم کے تمام علوم پہلوں نے نکال لئے تو وہ خشک ہو گیا زندہ نہیں رہا، چالو نہیں رہا، گویا وہ نہر دنیا کو فائدہ پہنچانے والی نہ رہی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مجھے قرآن کریم کے علوم اس کثرت سے دیئے گئے ہیں کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔ ایک عیسائی نے اعتراض کیا جب توحید وغیرہ تورات میں بھی پائی جاتی ہے تو قرآن کریم کی کیا ضرورت تھی؟ حضور علیہ السلام نے اسے جواب دیا کہ قرآن کریم کا تو تم ذکر چھوڑو۔ یہ تو ایک بڑی کتاب ہے۔ قرآن کریم کے شروع میں ایک مختصر سی سورۃ ہے جس کی کل سات آیتیں ہیں۔ اس کا نام سورۃ فاتحہ ہے اور ہم اسے ہر نماز میں پڑھتے ہیں۔ اس سورۃ فاتحہ میں اتنے علوم ہیں کہ تم اپنی تمام الہامی کتب میں سے وہ علوم نہیں نکال سکتے۔ اگر تم نکال سکو تو میں سمجھوں گا کہ قرآن کریم کی کوئی ضرورت نہیں۔ باقی قرآن بہت بڑی کتاب ہے اس کے علوم تک تو تمہاری تخیّل بھی نہیں پہنچ سکتی۔ (براہین احمدیہ ہر چہار حصص روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۴۳۶ تا ۴۴۴ طبع اوّل۔ حاشیہ نمبر ۱۱)

چنانچہ اس چیلنج کو دیئے پچاس ساٹھ سال ہو چکے ہیں اور اس چیلنج کے قبول کرنے والے کو حضور علیہ السلام نے پانچ سَو روپے دینے کا وعدہ بھی کیا لیکن کسی عیسائی کو جرأت نہیں ہوئی کہ وہ اس چیلنج کو

قبول کرے۔ (پادری صاحبوں کے لئے چیلنج تفسیر نویسی انجیل۔ مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۲۲۹ تا ۲۳۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سورۃ فاتحہ کی جو تفسیر فرمائی ہے اُردو میں ہے یا عربی میں، چیلنج قبول کرنے سے پہلے چیلنج قبول کرنے والے کو وہ پڑھنی چاہئے لیکن وہ دوسرے لوگوں سے بعض مطالب سن کر ہی اس فیصلہ تک پہنچ جاتے ہیں کہ اس طرف نہ آنا چاہئے۔ اب میں نے پانچ سو روپے سے بڑھا کر انعام کی رقم پچاس ہزار روپے کر دی ہے تو سوائے ایک دو دیسی پادریوں کے اور کوئی اس چیلنج کے متعلق کچھ کہنے کی جرات نہیں کر سکا۔ جو بولے وہ بھی ایسے پادری تھے کہ دنیائے عیسائیت میں ان کو کوئی خاص مقام حاصل نہیں اور انہوں نے جو لکھا وہ بھی طفلانہ بیان ہے۔ چیلنج یہ تھا کہ جو مطالب اور مضامین سورۃ فاتحہ میں پائے جاتے ہیں۔ وہ کوئی عیسائی اپنی تمام الہامی کتب سے نکال کر دکھاوے۔ اگر کوئی ایسا کر دکھائے تو ہم سمجھیں گے اس نے اسلام کا کچھ مقابلہ کر لیا ہے اور ہم اسے انعام دے دیں گے۔

لیکن بجائے اس کے کہ وہ ہم سے یہ پوچھتے کہ آپ نے مسیح موعود علیہ السلام کے چیلنج کو دہرایا ہے اور پانچ سو روپیہ کے انعام کو پچاس ہزار روپیہ میں بدل دیا ہے۔ دکھاؤ وہ مضامین کون سے ہیں جو سورۃ فاتحہ میں بیان ہوئے ہیں تا کہ وہی یا اس سے بہتر مضامین بائیبل سے نکال کر دکھائے جائیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ہمیں آپ کا چیلنج منظور ہے۔ لیجئے جواب یہ ہے۔ حمد کا لفظ بائیبل کی فلاں کتاب کے فلاں باب کی فلاں آیت میں اور فلاں کتاب کے فلاں باب کی فلاں آیت میں پایا جاتا ہے۔

پھر لکھا کہ لفظ ربّ بائیبل کی فلاں کتاب اور فلاں باب اور فلاں آیت میں موجود ہے۔ اور ’’تمام جہاں‘‘ کا فقرہ فلاں آیت میں پایا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور کہا کہ پیسے نکالو کیونکہ ہم نے چیلنج منظور کر کے اس کا جواب دے دیا ہے۔

حالانکہ ہمارا چیلنج یہ تھا ہی نہیں پھر یہ الفاظ پتہ ہے پائے کہاں جاتے ہیں؟ اصلی بائیبل میں نہیں بلکہ بائیبل کے اردو ترجمہ میں اور یہ احمقانہ بات ہوتی اگر کوئی شخص یہ کہتا کہ تم سورۃ فاتحہ کے الفاظ بائیبل سے نکال کر دکھاؤ جس کی زبان عربی نہیں جیسے میں کہوں ’’نکال دو‘‘ پنجابی میں کہتے ہیں ’’کڈھ دیو‘‘ یہ تم اگر عبرانی زبان سے نکال دو۔ تو تمہیں انعام دیں گے تو یہ پنجابی کا لفظ عبرانی سے کیسے نکل آئے گا۔ یہ تو ہم نے چیلنج ہی نہیں دیا تھا۔ چیلنج یہ تھا کہ جو مضامین اور مطالب سورۃ فاتحہ میں پائے جاتے ہیں وہ ہمیں بائیبل

سے نکال کر دکھاؤ۔

تم خود کہتے ہو کہ پہلے ان کتابوں کا ترجمہ انگریزی میں ہوا اور پھر اُردو میں ہوا اور جب اُردو میں ترجمہ ہوا۔ تو بہت سے مسلمان عیسائی ہو چکے تھے اور وہ قرآن کریم کی زبان اور اس کے محاوروں سے متاثر تھے۔ جب ترجمہ ہوا تو انہوں نے انہی الفاظ کو نقل کرنا شروع کر دیا۔ تو اس نقل کے بعد اب کہتے ہیں کہ یہ لفظ بائیبل میں یعنی بائیبل کے اردو ترجمہ میں پائے جاتے ہیں۔

تو خود ایک پادری کا ایسا جواب دینا بتاتا ہے کہ ان مضامین کا بائیبل میں پایا جانا تو کجا! بائیبل کے پڑھنے والوں کے تخیل سے بھی وہ مضامین باہر ہیں اسی لئے ان کو جرات نہیں ہوئی کہ وہ کہیں کہ بتایئے وہ کون سے مضامین ہیں جو سورۃ فاتحہ میں بیان ہوئے ہیں۔

مجھے جب پتہ چلا کہ بعض پادری ہمارا یہ چیلنج قبول کرنے کے لئے تیار ہیں تو میں نے اپنے دوستوں سے کہا کہ جہاں جہاں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سورۂ فاتحہ کی تفسیر کی ہے پوری سورۃ کی یا اس کی کسی آیت کی۔ وہ اکٹھی کر لی جائے تا کہ جب وہ ہمارا چیلنج قبول کریں اور ہم سے سورۃ فاتحہ کے ان مضامین اور مطالب کا مطالبہ کریں۔ جو اس میں بیان ہوئے ہیں تا کہ ان کے مقابل ویسے ہی مضامین بائیبل سے نکال کر دکھائے جائیں۔ تو وہ اکٹھے ہی ان کے سامنے پیش کر دیئے جائیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ تفسیر سورہ فاتحہ کو اکٹھا کیا جائے تو وہ تین ہزار صفحہ کی کتاب بنے گی۔ حالات بدلتے رہتے ہیں۔ اور نئے نئے مضامین نکلتے رہتے ہیں۔

تو جو نئی باتیں ہمیں سمجھ آئیں وہ بھی ہم اس میں زائد کر دیں گے۔ اور پھر ان سے کہیں گے کہ یہ ہیں سورہ فاتحہ کے مضامین!!! اگر یہ مضامین تم تمام بائیبل سے نکال دو تو ہم سمجھیں گے کہ تم کامیاب ہو گئے۔ اور تمہیں فوراً پیسے دے دیئے جائیں گے۔

لیکن بجائے اس کے کہ وہ چیلنج کو اپنے صحیح رنگ میں سمجھتے اور پھر اسے قبول کرتے انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ سورۃ فاتحہ کا فلاں لفظ بائیبل کے اردو ترجمہ میں فلاں جگہ پایا جاتا ہے اور فلاں لفظ فلاں جگہ۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ سورۃ فاتحہ بائیبل میں پائی جاتی ہے تو یہ ایک طفلانہ جواب ہے جسے سمجھدار پادری بھی قبول نہ کریں گے۔

تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک زندہ کتاب ہمارے سامنے رکھی اور فرمایا کہ قرآن کریم کے علوم پیچھے ہی نہیں رہ گئے بلکہ قیامت تک کی تمام ضرورتوں کو پورا کرنے کے مواد اس میں موجود ہیں۔ علمی لحاظ سے کوئی اُلجھن پیش آئے کوئی مشکل مسئلہ ہو، قرآن کریم پر غور کریں تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ اس کا یہ مطلب ہے اور باوجودیکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے) خدا تعالیٰ کی توحید کے ثبوت میں اور قرآن کریم کی صداقت کے ثبوت میں اور نبی اکرم ﷺ کی شان میں بے شمار دلائل اور براہین پیش کئے ہیں پھر بھی آپ نے یہ نہیں کہا کہ قرآنی علوم کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔ بلکہ فرمایا کہ غور کرو، تدبر کرو، بار بار پڑھو اور دعائیں کرو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں قرآن کریم کے علوم سے منور کرے وہ نئے سے نئے مضامین تمہیں سکھاتا چلا جائیگا۔

قرآن ایک ایسا خزانہ ہے جو نہ ختم ہونے والا ہے اور اتنا قیمتی خزانہ ہے۔ کہ اگر انسان کے دل میں واقعی نور ہو اور اس کے دماغ میں فراست ہو تو اس کے ایک ایک موتی کی کوئی قیمت نہیں ڈالی جا سکتی۔ اس کے مقابلہ میں دنیا کے جواہرات بالکل لاشئی ہیں مثلاً قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ کہ تم دعا کرو میں تمہیں دوں گا۔ اب یہ ایک مضمون ہے نا! جو بیان ہوا ہے۔ کونسا ہیرا ہے جو اس سے زیادہ قیمتی ہو؟ جس سے کہ آپ کی ضرورتیں بھی پوری ہوتی رہیں آپ کی اولاد کی بھی پوری ہوتی رہیں۔ ان کی اولاد کی بھی پوری ہوتی رہیں۔ آپ اسے خرچ بھی کرتے رہیں اور ختم بھی نہ ہو۔ بلکہ آگے سے بھی بڑھتا چلا جائے۔ دنیا کا کوئی ہیرا ایسا نہیں جسے استعمال بھی کیا جائے اور وہ پہلے سے بھی زیادہ ہو جائے۔ دنیا کا کوئی مال ایسا نہیں (ہیرے جواہر ہوں یا کسی اور قسم کا مال ہو) لیکن اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ قرآن کریم کی ایک چھوٹی سی آیت ایسی ہے کہ ساری دنیا کے مال اس سے کم قیمتی ہیں کیونکہ دعا کے نتیجہ میں جو فضل جسمانی اور روحانی آسمانوں سے نازل ہوتے ہیں سچے دل کی دعا اور عاجزی وتضرع کے ساتھ وہ دنیاداروں کو دنیا کی تمام دولت خرچ کر کے بھی حاصل نہیں ہو سکتے۔

پس آپ کو اس کتاب کی قدر کرنی چاہئے اور اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ ہم نے احمدیت کی وجہ سے ساری دنیا کی ناراضگی مول لی ہے اور احمدیت ہمیں سکھاتی ہے کہ قرآن کریم سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھائیں اور اس کی برکات سے مستفیض ہوں ورنہ ہماری مثال اس شخص کی طرح ہوگی کہ کہتے ہیں کہ ایک شخص گھر سے پیسے لے کر بازار جا رہا تھا۔ کسی نے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو وہ کہنے لگا۔

بازار جا رہا ہوں تا وہاں جا کر گدھا خریدوں۔ اس نے کہا انشاء اللہ کہو۔ اس نے جواب دیا کہ پیسے میری جیب میں ہیں اور گدھا بازار میں موجود ہے انشاء اللہ کہنے کی کیا ضرورت ہے؟ میں پیسے ادا کر کے گدھا خرید لوں گا۔

جب وہ بازار پہنچا تو کسی نے اس کے پیسے چرا لئے۔ بڑا حیران و پریشان ہوا۔ اس وقت اسے خیال آیا۔ کہ چونکہ میں نے اپنے دوست کے کہنے پر انشاء اللہ نہیں کہا تھا۔ اس لئے مجھے یہ سزا ملی ہے۔ اگر میں انشاء اللہ کہتا تو میرے پیسے چوری نہ ہوتے اور مجھے یہ نقصان اور پریشانی لاحق نہ ہوتی۔

اسی پریشانی میں وہ واپس آ رہا تھا۔ تو کسی نے پوچھا کہاں سے آئے ہو۔ کہنے لگا بازار سے آیا ہوں انشاء اللہ۔ بازار میں گیا تھا انشاء اللہ مگر پیسے چوری ہو گئے انشاء اللہ میں گدھا نہیں خرید سکا انشاء اللہ اب خالی ہاتھ واپس لوٹ رہا ہوں۔ انشاء اللہ۔

اسی طرح آگ میں پڑ کے اور دنیا کی گرمی اور ناراضگی مول لینے کے بعد بھی ہم نے اس سے فائدہ نہ اُٹھایا تو ہم سا بدقسمت کوئی نہ ہوگا۔

تو یہ تین چیزیں، یہ تین زندگیاں، یہ تین طاقتیں ہیں جن سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں متعارف کیا۔ اور جن کے متعلق ہمارے دل میں پختہ یقین پیدا کیا۔ وہ یہ کہ قرآن کریم ایک زندہ کتاب ہے۔ وہ یہ کہ محمد رسول اللہ ﷺ ایک زندہ رسول ہیں وہ یہ کہ ہمارا خدا جس نے قرآن کریم نازل کیا اور محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا وہ زندہ خدا زندہ طاقتوں والا اور زندہ قدرتوں والا خدا ہے۔

ان تین زندگیوں سے وابستہ ہو جانے کے بعد کسی احمدی میں کسی قسم کی مردنی نظر نہیں آنی چاہئے۔ زندہ خدا پر ایمان لانے والے زندہ کتاب کو پڑھنے والے، زندہ رسول سے پیار کرنے والے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غلامی میں آنے والے کسی فرد میں پژمردگی نہیں پائی جانی چاہئے۔ نہ دینی لحاظ سے نہ دنیوی لحاظ سے۔ دینی لحاظ سے جو فرائض عائد ہوتے ہیں۔ انہیں صرف سن لینے سے تو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ ’’زندہ قرآن‘‘ کہنے سے تو اس کی زندگی اور نور سے حصہ نہیں مل سکتا۔ جب تک اسے پڑھیں نہ۔ جب تک ان راہوں کو اختیار نہ کریں تقویٰ کی جو راہیں قرآن کریم نے بیان کی ہیں۔ خالی یہ کہہ دینا کہ یہ کتاب زندہ ہے کسی شخص کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ اس کے لئے عمل چاہئے! عمل چاہئے!! عمل چاہئے!!!

اسی طرح ایک طرف نبی کریم ﷺ سے محبت کا دعویٰ اور دوسری طرف آپؐ کے اُسوہ کو چھوڑ دینا۔ ان دونوں باتوں میں اتنا تضاد ہے کہ کوئی عقلمند اس سے متاثر نہیں ہوسکتا۔ پس یہ کہنا اور دعویٰ کرنا کہ ہمیں محمد رسول اللہ ﷺ سے پیار ہے۔ لیکن ساتھ ہی آپؐ کی زندگی کے طریق اور اُسوہ کو اختیار نہ کرنا۔ جب لوگ یہ دو متضاد باتیں دیکھیں گے۔ تو احمق یا منافق سمجھیں گے کہ دعویٰ کچھ ہے اور عمل کچھ ہے۔ یاد رکھیں کہ نبی کریم ﷺ کا یہ اسوہ نہ تھا کہ حلال ذرائع سے بھی کمایا نہ جائے۔ بلکہ یہ تھا کہ حلال کمائی نیکی کی راہ میں خرچ کی جائے۔

یہی بڑا فرق ہے کہ ایک سچے مسلمان اور ایک دہریہ کمیونسٹ کے درمیان! کمیونسٹ ملکوں نے کمانے پر پابندیاں لگا رکھی ہیں اور یہ پابندیاں لگا کر انسان کی بہت سی طاقتوں اور جذبات کو کچل دیا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اسلام ناجائز کو جائز قرار نہیں دیتا لیکن وہ یہ ضرور کہتا ہے کہ جائز ذرائع سے جتنا چاہو کماؤ تم پر کوئی پابندی نہیں ہاں کمانے کے بعد جب ’’کوٹھے‘‘ بھر جائیں اور اس سونے چاندی کے خرچ کرنے کا وقت آئے تو اسلام کہتا ہے کہ فلاں فلاں کاموں پر خرچ نہیں کرنا ورنہ اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے گا۔ شادی بیاہ میں ناچ گانے نہ کروانا کیونکہ یہ تمہارے خدا کو پیارے نہیں۔ جب کسی رشتہ دار کی وفات ہو جائے تو ناجائز غلط اور غیر مسنون ذریعہ سے اسے ثواب پہنچانے کی کوشش نہ کرنا۔ ہاں جو جائز اور نیکی کا کام ہے۔ اس پر بے شک خرچ کرو۔

تو اللہ تعالیٰ نے خرچ کی راہوں کو متعین اور محدود کر کے بالکل واضح کر دیا ہے اور جو غلط طریقے ہیں ان کی بھی وضاحت کر دی ہے۔

بعض غلط رسوم اور رواج پھر بعض جماعتوں میں گھس رہے ہیں۔ گندی رسموں اور گندے رواجوں کے دروازے بند ہونے چاہئیں ورنہ ہمارا یہ دعوے غلط ہوگا کہ ہم نبی کریم ﷺ سے محبت کرتے ہیں۔ جو طریق شادی بیاہ، موت وفوت، دوستوں سے ملنے انہیں دعوتوں پر بلانے کے وقت نبی کریم ﷺ نے اختیار کیا تھا۔ اگر ہمارے دلوں میں آپ کی محبت ہوگی تو وہی طریق ہم بھی اختیار کریں گے۔

نبی کریم ﷺ نے ایک طریق شروع سے لے کر آخر تک یہ اختیار کیا۔ کہ آپؐ کے ہاتھ سے کسی ایک شخص کو بھی دکھ نہیں پہنچا۔ یعنی آپؐ نے کبھی ایسا راستہ اختیار نہیں کیا اور آپؐ کی زندگی میں اس کی کوئی ایک مثال بھی نہیں مل سکتی کہ کسی شخص کو آپؐ کے ہاتھ سے کوئی تکلیف پہنچی ہو اور وہ اس کا مستحق نہ ہو۔ اس

کے مقابلہ میں ہزار ہا انسان ایسا ہے جس کا یہ حق بنتا تھا کہ ان کو کوئی تکلیف پہنچائی جائے اور سزا دی جائے۔ مگر آپ نے ان کو معاف کر دیا۔ چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر وہ سرداران کفر جن کو اللہ تعالیٰ کی مشیت نے میدان جنگ میں قتل ہونے سے بچا لیا تھا انہیں سزائے موت نہیں دی گئی۔ حالانکہ ان میں سے ہر ایک سمجھتا تھا کہ آج میری موت دروازہ پر کھڑی ہے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرما دیا کہ جاؤ تم سب کو معاف کر دیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے ان میں سے اکثر ایسے تھے جنہوں نے سمجھ لیا کہ تیرہ سال دکھ اُٹھانے کے بعد طاقت ملنے پر جو شخص اس فراخ دلی سے معافی دیتا ہے وہ عام انسان نہیں وہ فرشتوں سے بھی بلند ہے اور واقعہ میں اس کا خدا سے تعلق ہے۔

مال دینے میں یہ مثال قائم کی کہ ایک شخص اکیلا آپؐ کے پاس آیا اس کا قبیلہ سخاوت میں بہت مشہور تھا۔ اس نے آپؐ کو پکارا اور نام لے کر کہا کہ مجھے مال کی ضرورت ہے مال دیجئے۔ جہاں آپؐ کھڑے تھے وہاں سامنے وادی تھی اور تمام وادی جانوروں سے بھری تھی۔ آپؐ نے اسے فرمایا کہ اس وادی میں جتنے جانور ہیں ہانک کے لے جاؤ تمہیں دیئے۔

وہ مبہوت سا ہو گیا۔ اس نے خیال کیا کہ شاید میں نے آپؐ کی بات ٹھیک سے نہیں سنی۔ یا میں آپ کی بات کو سمجھا نہیں ہوں اس نے پوچھا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں!! آپ نے فرمایا کہ میں کہہ رہا ہوں کہ یہ تمام جانور جو تمہیں وادی میں نظر آ رہے ہیں ہانک کے لے جاؤ اس پر وہ سارے جانور لے گیا۔ اور گھر جا کر اس نے اپنے قبیلے کو اکٹھا کیا اور یہ سارا واقعہ ان کے سامنے بیان کیا۔ پھر اس نے کہا کہ جو شخص ساری وادی کے جانور میرے کہنے پر دے دیتا ہے وہ دنیا سے تعلق نہیں رکھتا۔ دنیا دار تو سوچتا ہے کہ میں نے یہ سارے جانور دے دیئے تو اور کہاں سے آئیں گے۔

پس اس نے اپنے قبیلے کو سمجھایا کہ یہ سخاوت اتنی بڑی سخاوت ہے کہ ان حالات میں ایسی سخاوت صرف وہ شخص کر سکتا ہے، جو خدائے واحد پر پورا بھروسہ اور پورا یقین رکھتا ہو اس لئے تم سب ایمان لا کر مسلمان ہو جاؤ۔ اس پر وہ سارے ایمان لے آئے۔

دیکھو! یہ عقلی دلیل پیش کر کے اس نے ان سب کو مسلمان بنا لیا۔

پس مال کے خرچ کرنے پر پابندیاں ہیں اور خرچ کی صحیح راہیں ہمیں بتا دی گئی ہیں۔ حلال طریق پر مال کمانے پر کوئی پابندی نہیں جس طرح کوئی چاہے کمائے۔ اس واسطے دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے کہ

ہر احمدی فی کلہ (ایکڑ) اتنے دانے پیدا کرے کہ کوئی غیر اس کا مقابلہ نہ کر سکے۔

اور آپ جو احمدی زمیندار ہیں ایسا کر سکتے ہیں بشرطیکہ آپ دو چیزوں کا خیال رکھیں نسخہ میں بتا دیتا ہوں عمل کر کے آپ دیکھ لیں۔ ایک یہ کہ نیت کر لیں کہ آپ کی جو زائد پیداوار ہوگی اس کا معتد بہ حصہ آپ خدا کی راہ میں خرچ کر دیں گے۔ دوسرے یہ کہ جس وقت آپ اپنی زمین پر کام کر رہے ہوں تو سوائے خدا کے کسی اور کو یاد نہ کریں۔ سوائے اپنے رب کے کسی پر بھروسہ نہ رکھیں۔ اور ہل چلاتے ہوئے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَعَلٰى خُلَفَاءِ مُحَمَّدٍ وَعَلٰى عَبْدِكَ الْمَسِيْحِ الْمَوْعُوْد وغیرہ دیگر دعائیں کرتے جائیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کے ہل میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ جس طرح دوسری صورت میں زمین میں ہل چلے گا۔ اس صورت میں بھی ہل چل جائے گا۔ لیکن زمین کی روئیدگی بڑھ جائے گی اس کی فصل پہلے کی نسبت زیادہ ہو جائیگی۔

اللہ تعالیٰ بڑی طاقتوں والا ہے اور میں نے بتایا ہے کہ ہمارا تعلق زندہ خدا سے ہے، وہ تو زمین کو حکم دے دیتا ہے کہ زیادہ اگا تو وہ زیادہ اگانے لگ جاتی ہے۔ ابھی پچھلے سال میں نے وہاں ربوہ میں بیس بائیس ایکڑ میں مونجی لگوائی (ہمارے ربوہ کے اِردگرد کی زمینیں بڑی خراب ہیں) جن لوگوں کے پاس پہلے وہ زمین تھی ان کی آمدنی فی ایکڑ آٹھ دس من تھی۔ میں نے زمین بھی بہت دیر کے بعد لی۔ اور وقت بھی بڑا تنگ ہو گیا تھا جسے پنجابی میں پچھیتا کہتے ہیں مونجی لگوائی۔ میں ہفتہ میں وہاں ایک آدھ دفعہ جاتا تھا اور دعا کرتا رہتا تھا کہ خدایا! میں نے یہ کام شروع کیا ہے۔ تو ہی اس میں برکت ڈال!

پھر یہ بھی کہ جب اندھیری آتی، جھکڑ چلتا یا زیادہ بارش ہوتی تو میرے دل میں کوئی گھبراہٹ نہیں ہوتی تھی۔ میں کہتا تھا کہ جتنا خدا تعالیٰ دینا چاہے وہی ٹھیک ہے اگر وہ کم دینا چاہے تو ہم کوئی شکوہ وشکایت نہیں کر سکتے۔

ہمارا کام صرف یہ ہے کہ پوری محنت سے کام لیں اور زیادہ سے زیادہ دعا کریں پھر جو نتیجہ نکلے ہم خوش، اچھا نتیجہ نکلے تب بھی ہم خوش۔ ہماری مرضی کے مطابق نہ نکلے تب بھی خوش کیونکہ ہماری مرضی ہے ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہی پوری ہوتی ہے۔ میرے اس توکل اور دعا کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس میں بجائے آٹھ دس من کے بائیس تئیس من فی ایکڑ اوسط نکلی بہت سی زمین میں نے خود کاشت کروائی تھی

لیکن دو جانگلی مزارع تھے۔ وہ کہنے لگے کہ پچھلے سال جو ہمارا کل مجموعی حصہ تھا۔ اس سے زیادہ ہمیں اب ایک ایک ایکڑ سے مل رہا ہے۔ اس سال بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

یہ صحیح ہے اگر اللہ تعالیٰ میرا بھی امتحان لینا چاہتا اور فصل خراب کر دیتا تو اس کی مرضی اور اس کی رضا میں ہی ہماری خوشی ہوتی۔ کبھی وہ اس طرح امتحان لیتا ہے کہ ژالہ باری ہو جاتی ہے اور فصل کھڑی کی کھڑی تباہ ہو جاتی ہے کبھی بیماری لگ جاتی ہے اگر ایسی صورت میں ہم اپنے رب سے (بیوقوفوں والی یا بچوں والی) ناراضگی کا اظہار نہ کریں گے بلکہ کہیں گے کہ جو کچھ خدا نے کیا وہ ٹھیک ہے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگلے ایک سال یا دو سال میں خدا تعالیٰ چھینی ہوئی فصل بھی آپ کو واپس کر دے گا اور ہو سکتا ہے کہ اگلے سال وہ اس سے بھی زیادہ دے دے کیونکہ سب کچھ اس کے اختیار میں ہے۔

تو بعض دفعہ اللہ تعالیٰ اپنی دین اور عطا واپس لے لیتا ہے لیکن پھر جلد ہی واپس لوٹا دیتا ہے تا کہ اس پر بھروسہ کیا جائے اور اس کے علاوہ کسی دوسرے پر بھروسہ نہ کیا جائے اور انسان توحید خالص پر قائم ہو جائے۔ تو امتحان کے وقتوں میں آپ خدا تعالیٰ کی رضا پر راضی رہا کریں جو ایسا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے اس فعل سے راضی اور خوش ہوتا ہے اور ان کا جو نقصان ہو۔ وہ اکثر اسی دنیا میں پورا کر دیتا ہے۔ لیکن اگر اس دنیا میں پورا نہ بھی ہو اور اس کے عوض میں انسان کو ایک ابدی خوشی حاصل ہو جائے تو یہ کوئی مہنگا سودا نہیں۔ بڑا سستا سودا ہے۔

تو ایک طرف ہم نے اسلام کو ساری دنیا میں پھیلانا ہے اور قرآن کریم کی اشاعت کیلئے بڑے بڑے مجاہدات کرنے ہیں مالی قربانیاں دینی ہیں۔ وقت کی قربانیاں دینی ہیں اور زندگی بھی وقف کرنی ہے۔

دوسری طرف جماعت کو اس وقت جتنے واقفین کی ضرورت ہے اتنے نہیں آ رہے۔ باہر کا ہر ملک لکھ رہا ہے کہ یہاں لوگ ہماری طرف متوجہ ہو رہے ہیں مبلغ کم ہیں۔ ہماری طرف مبلغ بھجوائیں۔ خود یہاں پاکستان کی قریباً ہر جماعت لکھ رہی ہے کہ ہمارے پاس واقف عارضی بھجیں میں نے مٹی یا آٹے کے بت بنا کر تو نہیں بھیجنے جب تک جماعت اپنے بچے وقف نہ کرے گی جب تک وقف عارضی کے لئے لوگ اپنے نام پیش نہ کریں گے اس وقت تک دنیا کی اور جماعت کی ضرورت پوری نہیں ہو سکتی۔ اس سلسلہ میں ہمیں کسی قسم کی سستی یا غفلت یا مردنی کا ثبوت نہیں دینا چاہئے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل تین ''زندگیوں'' کے ساتھ ہمارا تعلق قائم ہوا ہے۔

ایک تو حقیقی اور ازلی ابدی زندگی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی زندہ طاقتیں ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گی لیکن اس ازلی ابدی زندگی اور حیات سے دو اور زندگیاں نکلیں۔ ایک قرآنی شریعت کی اور دوسری محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض کی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں ان دو قائم رہنے والی زندگیوں کے ساتھ باندھ دیا ہے۔ تو بنیاد تو خالص اور ہمیشہ ہمیش رہنے والی زندگی ہے اور دوسری دو زندگیاں اس سے جو پھوٹیں تو وہ بھی رہتی دنیا تک قائم ہیں۔ قرآنی تعلیم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض۔

ان کے ساتھ بندھ جانے کے بعد مردہ ہونے کا کیا سوال! اور ان کے ساتھ تعلق قائم ہو جانے کے بعد ایک دوسرے کو ستانے اور ایک دوسرے سے لڑنے جھگڑنے یا کسی کو دکھ پہنچانے یا اپنے بھائی کو سکھ نہ پہنچانے کا کوئی سوال ہی باقی نہیں رہتا ہر احمدی کو احمدی کے ساتھ محبت اور پیار کا سلوک کرنا چاہئے اور ہر دوسرے انسان کے ساتھ جو ابھی احمدی نہیں اس رنگ میں تعلق کا اظہار کرنا چاہئے کہ قرآن کریم کی صحیح تعلیم اس کے سامنے آجائے اور وہ قرآن کریم کی اس تعلیم پر ایمان لانے والے اور اس کی پیروی کرنے والے بن جائیں اور اس سے محروم رہ کر خدا تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کی لعنت اور اس کے قہر کو جذب کرنے والے نہ ہوں۔

میں نے بتایا ہے کہ اس وقت دنیا میں ہزاروں لاکھوں انسان ایسے ہیں کہ جن کے ساتھ احمدیت کے طفیل اور اسلام کے صدقے اللہ تعالیٰ اپنے پیار کا اظہار کر رہا ہے مجھے بہت سی احمدی بہنوں کا علم ہے جنہیں اللہ تعالیٰ سچی خوابیں رؤیا اور کشوف دکھا رہا ہے جیسے کہ اُمت کے پہلے بزرگوں کو دکھاتا رہا ہے اور ہزاروں مرد بھی ایسے ہیں۔

تو ہمیں اس مقام قرب کی قدر کرنی چاہئے۔ اور ہماری یہ کوشش ہونی چاہئے کہ دنیا میں بھی ہمیں دعا کے نتیجہ میں نیک نیتی اور خلوص کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل اور رحم سے (نہ کہ ہماری کسی خوبی کی وجہ سے) ہمیں اتنا دے کہ دنیا اس کی وجہ سے بھی ہم پر رشک کرنے لگ جائے اور تبلیغ کی بھی ہمیں اتنی توفیق دے کہ وہ دن جلد آئیں کہ جب اسلام تمام دنیا پر غالب آجائے اور اللہ تعالیٰ کی خالص توحید دنیا میں قائم ہو جائے۔ اور بنی نوع انسان خالص توحید پر قائم ہو کر خالص توحید کی برکات سے پوری طرح حصہ لینا شروع کر دیں۔

آپ کو جو جماعت کی اسٹیٹس پر کام کر رہے ہیں یاد رکھنا چاہئے کہ اخباروں میں بڑا شور ہے کہ ہم

نے اب ایسے بیج حاصل کئے ہیں کہ جن سے پچاس ساٹھ یا ستر من گندم فی ایکڑ پیدا ہوگی۔حکومت کے فارم اگر دو یا تین یا چار سال کے بعد اتنی پیداوار حاصل کرسکیں تو آپ لوگوں کو اپنی محنت و کوشش اور دعاؤں سے کام لیتے ہوئے ان سے پہلے کامیاب ہو جانا چاہئے۔ بلکہ ہر ایک احمدی کے ایک کلہ سے اتنا غلہ پیدا ہونا چاہئے پھر وہ لوگ تسلیم کرلیں گے کہ واقعہ میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مدد کرتا ہے ورنہ وہ آپ کے دل کو اور کشوف ورؤیا سے جو خدا تعالیٰ کا پیار ظاہر ہوتا ہے اسے نہیں دیکھتے کیونکہ ان کی نگاہ ظاہر بین ہے۔اگر آپ کی کوشش اس رنگ میں ہو کہ آپ ہل چلاتے ہوئے بھی دعا کر رہے ہوں اور اس کے نتیجہ میں آپ کی زمین دوسرے لوگوں کی زمین کی نسبت زیادہ غلہ پیدا کر رہی ہو تو وہ حیران ہوں گے اور کہیں گے معلوم نہیں کیا بات ہے ان کی طرف متوجہ ہونا چاہئے ضرور کوئی گر ہے ترقی کا، جوان کو مل گیا ہے۔

میں آپ کے دل میں دنیا کی محبت پیدا نہیں کرنا چاہتا میں تو یہ چاہتا ہوں کہ آپ دنیا کمائیں اور دین کی راہ میں قربانیاں دیتے چلے جائیں نبی کریم ﷺ کے صحابہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایک وقت میں اتنی دولت دی تھی کہ آپ اس کا تخیل بھی نہیں کر سکتے۔مگر ان ایثار پیشہ فدائیوں نے یہ سب دولت خدا تعالیٰ کی راہ میں لٹا دی تھی۔

میری بھی آپ کے حق میں یہی دعا ہے کہ خدا کرے کہ دنیا کی دولت آپ کو اتنی ملے کہ دنیا حیران ہو جائے اور خدا کرے کہ آپ اس کی ویسی ہی قدر کریں جیسی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کی تھی اور اخروی نعماء کے حصول کی خاطر آپ دنیا کے اموال اس کی راہ میں قربان کر کے دنیا کو ایک دفعہ پھر ورطۂ حیرت میں ڈال دیں۔

اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی اس کی توفیق بخشے۔ اللھم آمین۔

(مطبوعہ روزنامہ الفضل ربوہ ۱۵؍دسمبر ۱۹۶۶ء)

☆......☆......☆